قرآن سے میرا تعلق

سیّد قطب شہید ○

ابھی میں چھوٹا بچہ ہی تھا کہ میں قرآن پڑھنے لگا۔ اس کے مضامین کے گوشوں تک میری پوری طرح رسائی نہ تھی اور نہ اس کے بلند اغراض ہی کو میرا فہم احاطہ کرسکتا تھا۔ تاہم، میں اس کے کچھ اثرات اپنے دل میں محسوس کرتا تھا۔ میرا سیدھا سادہ ذہن تلاوتِ قرآن کے دوران بعض خیالی صورتیں اخذ کرتا جو بظاہر بڑی معمولی سی ہوتیں۔ لیکن میرے نفس میں اشتیاق اور حواس میں لذت پیدا کرتی تھیں ۔ میں دیر دیر تک فرحت ونشاط کے ساتھ ان سے لطف اندوز ہوتا رہتا۔ ان سادہ تصویروں میں سے جو اس وقت میرے ذہن میں مرتسم ہوا کرتی تھیں، ایک وہ تصویر ہے جو اس آیت کو پڑھتے وقت میرے ذہن میں منقش ہوا کرتی تھی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۣۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ط (الحج ۲۲:۱۱) اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر سے کرتا ہے، پس اگر اسے بھلائی پہنچے تو وہ اس (عبادت) پر مطمئن رہتا ہے، لیکن اگر اسے کوئی آزمائش پیش آجائے تو وہ (عبادت سے) اپنا منہ موڑ لیتا ہے۔ ایسا آدمی دُنیا و آخرت دونوں طرف سے خسارے میں رہا۔

اس خیالی تصور کو اگر میں کسی کے سامنے پیش کروں تو شاید وہ اس کی ہنسی اُڑائے۔ یہ تصویر یوں بنی کہ میں ایک گاؤں میں رہتا تھا اور گاؤں کے قریب ہی وادی کا ایک خاص ٹیلہ میری نگاہ میں تھا۔ اسے دیکھ کر میرے تصور میں یہ بات آتی تھی کہ گویا ایک شخص ہے جو ایک جھکے ہوئے بلند مکان کے

○ عربی سے ترجمہ: عبدالرشید ارشد

کنارے پر یا تنگ سے ٹیلے کی چوٹی پر کھڑا نماز پڑھ رہا ہے، لیکن وہ اپنی حالتِ قیام پر قابو نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنی ہر حرکت کے دوران میں یوں کانپ رہا ہے، گویا کہ گرا ہی چاہتا ہے۔ میں اس کے سامنے کھڑا اسے دیکھ رہا ہوں، اس کی حرکات پر غور کرتا ہوں اور عجیب کیف ونشاط محسوس کرتا ہوں۔

ایسی ہی سادہ اشکال میں سے ایک تصوراتی منظر وہ ہے جو اس آیت کو پڑھتے وقت میرے ذہن میں جاگزیں ہوا تھا:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۝۱۷۵ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ (اعراف ۷: ۱۷۵-۱۷۶) اور (اے نبیؐ) ان کو پڑھ کر سنایئے اُس شخص کا حال کہ جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں اور وہ ان کی پابندی سے بھاگ نکلا، پھر اسے اپنے پیچھے لگا لیا شیطان نے اور وہ گمراہوں میں شامل ہوگیا۔ اگر ہم چاہتے تو ہم اسے ان آیات کے ذریعے بلندی عطا کرتے لیکن وہ تو خود ہی زمین سے چپک کر رہ گیا، اور اپنی خواہشوں کے پیچھے پڑ گیا۔ سو (اب) اس کی مثال ایک کتّے کی سی ہے۔ اگر تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے۔

میں اس آیت کے مضامین اور اغراض کو تو نہ سمجھتا تھا لیکن یہ نقشہ میرے خیال میں ضرور آتا تھا کہ ایک شخص ہے جس کا منہ کھلا ہوا ہے، زبان لٹک رہی ہے اور وہ کتّے کی طرح مسلسل ہانپ رہا ہے۔ میری نظریں اس سے نہ ہٹتی تھیں۔ لیکن میں یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ میں اس کے قریب جانے کی جرأت بھی نہ کرسکتا تھا۔ اس طرح کی مختلف صورتیں میرے کوتاہ ذہن میں منقش ہوتی تھیں اور میں ان میں غوروفکر کرتے ہوئے لطف اندوز ہوتا۔ اس وجہ سے میرا دل قرآن کریم کی تلاوت کا مشتاق رہتا تھا۔ قرآنِ مجید پڑھتے وقت اس کی وادیوں میں ایسی تصاویر کو تلاش کرتا رہتا تھا۔ یہ دن وہ تھے جو انھی عمدہ یادوں اور سادہ تخیلات کے ساتھ بیت گئے۔

اس کے بعد وہ زمانہ آیا جب میں نے علمی اداروں میں تحصیل علم کا آغاز کیا اور تفاسیر کی کتابوں سے قرآن کریم سمجھنے کی کوشش کی۔ اساتذہ سے قرآن کی تفسیر سنی لیکن اس پڑھنے اور سننے

میں مجھے وہ بے مثال لذت حاصل نہ ہوتی جو مجھے بچپن میں حاصل ہوتی تھی۔ افسوس! قرآن میں حُسن کے وہ سب نشانات مٹ گئے اور لذت و اشتیاق سے قرآن خالی ہوگیا۔ کیا یہ دو قرآن ہیں؟ ایک بچپن کا قرآن جو شیریں، سہل اور شوق افزا تھا اور دوسرا جوانی کا قرآن، جو مشکل، پیچیدہ اور بظاہر غیرمربوط! شاید یہ تاثرات مقلدانہ اندازِ تفسیر کا کرشمہ تھے۔

میں نے اب قرآن کو تفسیروں کی مدد سے پڑھنے کے بجائے خود قرآن کی مدد سے پڑھنا شروع کیا تو پھر مجھے وہی محبوب اور دل خوش کن قرآن میسر آ گیا۔ قرآن سے شوق و محبت پیدا کرنے والی وہی سرور آفریں تصاویر مجھے پھر مل گئیں۔ لیکن اب یہ پہلے کی طرح سادہ نہ تھیں، کیونکہ میرے فہم میں تغیر آ گیا تھا۔ اب میں ان کے اغراض و مقاصد کو سمجھ رہا تھا اور جانتا تھا کہ وہ زندگی میں پیش آنے والے بعض واقعات کی مثالیں ہیں جو نمایاں کی جارہی ہیں، لیکن ان کی اثر آفرینی اور جاذبیت لازوال اور دائمی ہے۔

الحمدللہ! میں نے قرآن کو پالیا!

اب میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں اس پہلو سے کچھ بحثیں بطورِ نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کروں۔ چنانچہ مجلہ المقتطف میں ۱۹۳۹ء کو التصویر الفنی فی القرآن کے عنوان سے میں نے ایک مضمون شائع کیا۔ اس میں مَیں نے قرآن کی چند تصاویر حقائق لے کر منعکس کیں اور ان کے فنی حُسن و جمال کو واضح کیا اور خدائے قادر کی عظیم قدرت کی نشان دہی کی، جو الفاظ کی وساطت سے ایسی مصوری کرتی ہے کہ جس سے رنگین مُوقلم اور کیمرے عاجز ہیں۔ میں نے سمجھا کہ یہ مضمون ایک مستقل کتاب کے لیے موضوع بحث بن سکتا ہے۔ کئی سال گزر گئے اور قرآن کی یہ تصاویر میرے خیالات میں بنتی جارہی تھیں اور اُن میں فنی اعجاز نمایاں نظر آتے تھے اور جب میں ان کو بغور دیکھتا تو میرا یہ خیال پختہ ہوجاتا کہ میں اس کام کو اپنے ذمّے لوں، اسے پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہو اسے وسعت دوں۔ وقتاً فوقتاً میں قرآنی مطالعہ میں منہمک رہا اور اس سے براہِ راست تصاویر اخذ کرتا رہا اور اس موضوع کو زیر بحث لانے کا شوق میرے ذہن میں اور زیادہ پختہ ہوتا گیا۔ لیکن اس معاملے میں کچھ ایسے موانع بار بار پیش آجاتے کہ یہ چیز بس ایک دلی حسرت اور ذہنی اشتیاق بن کر رہ جاتی۔

آخرکار پورے پانچ سال بعد مجلہ المقتطف میں اس سلسلہ کی پہلی کڑی شائع کرنے کا موقع ملا۔ میں نے بحث کا آغاز کیا تو میرا پہلا کام یہ تھا کہ میں قرآن میں سے فنی تصویروں کو جمع کروں، انھیں پیش کروں اور پھر اس ادبی مصوری کی خوبیوں کو اُجاگر کروں اور خصوصاً فنی پہلوؤں کو واضح کروں کیونکہ اس مبحث میں میرا مقصد دیگر قرآنی مباحث ومطالب پیش کرنا نہ تھا بلکہ خالص فنی پہلو زیر توجہ تھا۔

مگر اب کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نئی حقیقت ہے میرے سامنے اُبھر کر آ گئی ہے۔ وہ یہ کہ قرآنی تمثیلات قرآن کے دیگر اجزا وعناصر سے کوئی مختلف حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ قرآن کریم کا اسلوبِ بیان ہی ادبی تصویر نگاری ہے۔ یہ ایسا اسلوبِ بیان ہے، جسے سوائے تشریعی احکام بیان کرنے کے، باقی تمام اُمور کی وضاحت کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ اب میرے سامنے چند ادبی تصویروں کے جمع کر دینے اور ان کو مرتب کر دینے کا مسئلہ نہیں تھا، بلکہ سرے سے اصول تعبیر ہی کی ایک نئی راہ اُجاگر کرنا میرا موضوع بن گیا۔ توفیق الٰہی سے، ایک غیر مترقبہ نعمت تھی جو میرے مقدر ہوگئی۔

سو، اسی بنیاد پر اس کتاب کے مباحث کا آغاز ہوا۔ اس کتاب میں جو کچھ ہے وہ اسی متذکرہ نظریہ کو واضح کرنے کے لیے ہے اور طریق تعبیر قرآنی کی ایک اہم خصوصیت کو کھول کر بیان کرنا مقصود ہے۔

جب یہ مطالعہ میں نے مکمل کر لیا تو محسوس کیا کہ جیسے قرآن میرے دل میں نئے رُوپ کے ساتھ اُترا ہے اور قرآن کو اس طرح پایا جس طرح پہلے کبھی نہ پایا تھا۔ قرآن میرے دل میں ایک حسین وجمیل شکل میں تھا۔ بالیقین وہ پہلے بھی ایسے ہی حسین وجمیل تھا، لیکن منتشر ومتفرق حالت میں اور آج وہ ایک خاص مضبوط بنیاد پر قائم ہے--- ایک ایسی بنیاد جس میں کیف آور ربط ہے، جس کی مجھے پہلے سمجھ بوجھ نہ تھی اور جس کا میں نے کبھی خواب بھی نہیں دیکھا تھا!

اگر مجھے اِن قرآنی تصاویر کو منتقل کرنے اور پیش کرنے میں اپنے ذہنی تصورات اور ضمیر کے احساس کی پوری ترجمانی کرنے کی توفیق حاصل ہو جائے، تو پھر یہی چیز بلاشبہ اس کتاب کی مکمل کامیابی کی ضامن ہوگی۔